مولانا عبدالستار گوندل
جامعۃ الامام (ریاض)

تعارف الحدیث

۱۔ عن مالك بلغه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال بعثت لاتمم حُسن الاخلاق۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے پاس خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ میں اخلاق کی خوبی پوری کر دوں۔

آدمی جس طریقہ سے کوئی کام کرتا ہے اسے اس طریقہ کی عادت پڑ جاتی ہے اور اسی طرح کام کرتے کرتے اگر ایک مدت گزر جائے تو پھر اس کی یہ عادت پختہ ہو جاتی ہے اور آپ ہی آپ اس سے اسی طرح کام ہونے لگتا ہے۔ اس وقت یہ عادت اس کا خلق بن جاتی ہے۔ یہ بات فراموش نہ کرنی چاہیے کہ ہر عادت اچھی نہیں ہوتی۔ اس لیے اخلاق بھی سب کے سب اچھے نہیں ہوتے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ بُری بات اگر پختہ ہو گئی تو وہی خلق بن جائے گی اور یہ خلق یقیناً بُرا ہوگا، آدمی کا اختیار وسیع ہے اور وہ تقریباً ہر کام کسی نہ کسی طریقہ سے کر لیتا ہے لہٰذا اس کے لیے شروع ہی سے یہ انتظام کر دیا گیا کہ اُسے اچھے کام سکھانے کے لیے اللہ کے رسول دُنیا میں تشریف لائے اور وہ بتلاتے رہے کہ فلاں کام اس طرح کرو اور فلاں اس طرح! انبیائے کرام نے ہر کام کے اچھے اور بُرے ہونے کا معیار بھی قائم کر دیا، انہوں نے اچھے کاموں کے طریقے بھی مقرر کر دیے جو لوگ اُن کے بتائے ہوئے طریقہ سے اچھے کام کریں گے ظاہر ہے کہ ان کے اخلاق اچھے ہوں گے اور جو ان کے طریقہ سے ہٹ جائیں گے ان کے اخلاق بُرے بنیں گے۔

عرب میں اکثر اخلاق وہی تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے چلے آتے تھے،

اس لیے اچھے تھے لیکن بیرونی اثر سے اس میں کچھ غلط باتیں داخل ہوگئی تھیں اور ان کا طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقہ سے ہٹ گیا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی "طریقہ ابراہیمی" کو ان بیکار اور زائد باتوں سے پاک صاف کرنے آئے تھے جنھوں نے اس کا حسن بگاڑ دیا تھا اور بعض کی تو صورت اور شکل ہی مسخ کر کے رکھ دی تھی۔ اس حدیث میں اسی کا ذکر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اچھے اخلاق کی شکلیں بدل کر کچھ کی کچھ ہوگئی تھیں میں انہیں درست کرنے آیا ہوں اور وہ اچھے اخلاق جن کی چمک دمک اور رونق ماند پڑ گئی تھی میں ان کی رونق کو مکمل کرنے آیا ہوں۔ آپؐ کی بعثت سے بالکل واضح ہو چکا ہے کہ اچھے اخلاق دُوسروں کے اندر ایسے حسین نہیں لگتے جتنے کہ سچے مسلمانوں کے اندر لگتے ہیں، گو ان کی نوعیت ایک ہی کیوں نہ ہو۔

۲۔ "عن جبیر بن نضیر مرسلا۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اوحی الی ان اجمع المال واکون من التاجرین ولکن اوحی الی ان سبح بحمد ربك وكن من السجدین واعبد ربك حتی یاتیك الیقین۔"

"حضرت جبیر بن نصیر جو تابعی ہیں، صحابی کا ذکر کیے بغیر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے پاس یہ وحی نہیں آئی کہ مال جمع کروں اور سوداگر بنوں، ہاں یہ وحی ضرور آئی ہے کہ اپنے رب کی تسبیح کو اس کی خوبیوں کے ساتھ بیان کر اور سجدہ کرنے والا بن اور آخری دم تک اپنے رب کی عبادت کرتا رہ۔"
(مشکوٰۃ شریف)

سبحان اللہ کس خوبی سے انسان کو دنیا میں رہنے کا گر سکھایا ہے۔ اب اگر انسان اس سے فائدہ نہ اٹھائے تو یقیناً بدقسمت ہے۔ دُنیا میں رہنے کا انتظام کرنے سے پہلے انسان کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ انسان خود بخود اس دنیا میں نہیں آیا ہے بلکہ دُنیا کے بنانے والے نے اسے کچھ دن کے لیے رہنے کا سامان دے کر یہاں بھیجا ہے اور بھیجنے کی غرض اپنے رسولوں کے ذریعہ اسے اچھی طرح سمجھا دی ہے۔ رہنے کے سامان سے کام لینے کے لیے اسے پیدائشی طور پر تین بڑی قوتیں عطا ہوئی ہیں۔ خواہش، عقل اور فیصلہ کی قوت، جسے ارادہ کہتے ہیں۔ خواہش کا تقاضا ہے، کہ انسان اسے پُورا کرے اور اس کے پُورا کرنے کے ذریعہ مال کا جمع کرنا ہے، عقل اپنے خادم فکر کے ذریعے اسے مال جمع کرنے کے طریقے سکھاتی ہے اور ارادہ ان طریقوں کو اپنے خادموں یعنی ہاتھ پاؤں

کے ذریعے عملی جامہ پہناتا ہے۔ اللہ کے رسول اس لیے آتے ہیں کہ عقل کو یہ سمجھائیں کہ دماغ کو آزادی کے ساتھ فقط مال جمع کرنے ہی کی دھن میں نہ لگائیں بلکہ اس کو اللہ کے قانون کے مطابق چلنا اور اس کی قائم کی ہوئی حدود کے اندر رہنا سکھائے، ورنہ آپس میں افراد کا سخت مقابلہ آپڑے گا، اور دنیا میں کشت و خون عام ہو جائے گا۔

قانونِ الٰہی انسان کو رسولوں کے ذریعہ سکھایا جاتا ہے اور رسول پر وحی بھیجی جاتی ہے کہ اسے پڑھ کر لوگوں کو سمجھا دو۔ سب سے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ سمجھایا ہے کہ مجھ پر یہ وحی نہیں آئی کہ مال جمع کرنے کو مقصدِ حیات بنا لیا جائے اور میں اپنی زندگی مال جمع کرنے میں گزار دوں۔ نہ یہ وحی آئی ہے کہ میں تاجر بنوں اور تجارت کو مقصدِ زندگی قرار دوں، اس کے برعکس وحی یہ آئی ہے کہ اپنے رب کی حمد و ثنا کروں، اس کی خوبیوں کے گن گاؤں اور اس کے حضور سجدہ ریزی کروں۔ انسان کا بچاؤ فقط اسی میں ہے کہ انسان اللہ کو پہچانے، اس کے قانون کو مانے، اس کے سامنے عاجزی کے ساتھ سر جھکائے اور تادمِ آخر اس کا فرماں بردار بندہ بن کر رہے۔ اگر یہ نہیں کیا تو مال اور اس کے لوازم انسان کو تباہ کر کے چھوڑیں گے۔ آج کل ہر شخص انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر مال جمع کرنے کی دھن میں ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ دوسروں کو دبا کر اپنا اُلّو سیدھا کرنا چاہتا ہے۔ جس منزل تک دُنیا اس وقت تک پہنچی ہے اس میں اور تباہی میں برائے نام ہی فاصلہ رہ گیا ہے۔ اور اگر اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا اور اللہ کی بندگی اختیار نہ کی گئی تو صورتِ حال کچھ یوں ہوگی کہ ؎

چمن کے تخت پر جس دم شہِ گل کا تجمل تھا	ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اک شور تھا، غل تھا
خزاں کے روز جب دیکھا نہ تھا جز خار گلشن میں	بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا!

۳۔ "عن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تطرونی کما اطرت النصاری ابن مریم فانما انا عبدہ فقولوا عبد اللہ ورسولہ" (مشکوٰۃ)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری مدح و ثنا میں اتنا مبالغہ نہ کرنا جتنا عیسائیوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی مدح و ثنا میں کیا۔ میں تو اللہ کا بندہ ہی ہوں سو تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو"

امم سابقہ میں سے اکثر اس خرابی میں مبتلا رہ چکی ہیں کہ بجائے اس کے کہ اپنے بڑوں کو اپنا راہنما قرار دیں اور ان کے ارشادات اور ان کے نقش قدم پر چل کر سعادت دارین حاصل کریں، وُہ محض حد سے زیادہ ان کی تعظیم و تکریم ہی کو کافی سمجھتے۔ اپنے بڑوں کی خوبیاں حاصل کرنے سے آدمی اس طرح بھی محروم ہو جاتا ہے کہ فقط ان کی زبانی تعظیم و تکریم میں لگ جائے اور ان کے احکام کو پس پشت ڈال دے۔ پھر رفتہ رفتہ اس سے نوبت یہاں تک بھی جا پہنچی ہے کہ بزرگوں کی پُوجا پاٹ تک شروع ہو گئی اور ان کے سکھائے ہوُئے سبق بالکل نظر انداز کر دیے گئے

اس زمانے میں ایسے نمونے اکثر نظر آتے ہیں کہ لوگ اپنے بزرگوں کو بڑھا چڑھا کر کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں۔ ان کی عادات و اخلاق کی پیروی تو کرتے نہیں محض ان کی حد سے زیادہ تعریفیں کر کے، جھنڈیاں لہرا کے، روشنیاں کر کے خوش ہو جاتے ہیں کہ ہم نے بڑا کام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے لوگوں میں نصاریٰ کو اس قسم کی باتوں کا خوگر پایا تو اپنے پیروؤں کو ہدایت فرمائی کہ ان کی اتباع نہ کرنا۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اتنا بڑھایا کہ اللہ کا بیٹا تک کہہ دیا، تم میری اتنی تعظیم ہرگز نہ کرنا کہ حد سے آگے نکل جاؤ۔ بے شک میں اللہ کا رسول ہوں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا کہ میں اس کا عبادت گزار بندہ بھی ہوں، اس نے مجھے یہ کام تفویض فرمایا ہے کہ میں دُنیا کے لوگوں کو یہ بتا دوں، اللہ عزوجل سب سے بڑا ہے۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی شریک ہے، اس کی قوت بے انتہا ہے، اسے کسی مددگار کی ضرورت نہیں۔ میں یہ سبق تمہیں اس لیے بھی سکھاتا ہوں کہ تم میری یہ بات دوسروں تک پہنچا دو، اللہ عزوجل کا مرتبہ اچھی طرح پہچانو اور مجھے اس کا بندہ اور رسول سمجھو، قرآن مجید کے احکام جس طرح میں بتاتا ہوں اسی طرح ان کی پابندی کرو اور اللہ سے دُعا کرو کہ اللہ مجھ پر اور میرے ماننے والوں پر کرم فرمائے!

خط و کتابت کرتے وقت

خریداری نمبر کا حوالہ

ضرور دیں

ورنہ تعمیل ممکن نہ ہو سکے گی۔ شکریہ

مینجر